مباحثہ ومکالمہ

ڈاکٹر محمد شہباز منج*

فکرِ مغرب: بعض معاصر مسلم ناقدین کے افکار کا تجزیہ (۱)

مغربی فکر سے متعلق ہمارے یہاں کے علمی حلقوں میں بالعموم دو رویے پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ مغربی فکر معیارِ حق ہے، اس کے حاصلات کو نہ صرف یہ کہ رد نہیں کرنا چاہیے بلکہ نعمتِ غیر مترقبہ سمجھتے ہوئے قبول کر لینا چاہیے۔ اس رویے کے حامل مذہبی عقائد ونظریات کے مغربی نتائج فکر سے تطابق کو معراجِ علم خیال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مذہب کی اس دور میں سب سے بڑی خدمت اس کے ذریعے یہ ثابت کر دینا ہے کہ اے مغرب: مستند ہے ''تیرا'' فرمایا ہوا۔ یہاں تک کہ وہ اس کوشش میں مسلمات وبدیہیاتِ دین کو بھی تاویل کی سان پر چڑھا دیتے ہیں۔ دوسرا رویہ یہ ہے کہ مغربی فکر اور اس کے حاصلات لغو، لایعنی اور باطل محض ہیں۔ یہ اہل اسلام کے لیے شجرِ ممنوعہ کا حکم رکھتے ہیں۔ مغرب کی کسی بھی چیز کو اپنا لینا یا اسے درست سمجھنا نادانی اور دین سے عدمِ واقفیت کی دلیل ہے۔ اس رویے کے حامل مغرب کے ہر تصور ونظریہ کے رد کو دین کی بہت بڑی خدمت سمجھتے ہیں۔ راقم الحروف کے نزدیک یہ دونوں رویے افراط وتفریط اور دو انتہاؤں سے عبارت ہیں۔ اول الذکر سے متعلق ہمارے ہاں بہت کچھ لکھا گیا ہے اور ایک تسلسل کے ساتھ لکھا جا رہا ہے۔ (۱) لیکن ثانی الذکر سے متعلق کوئی قابل ذکر تنقید سامنے نہیں آئی۔ شاید اس وجہ سے کہ یہ رویہ اور اس کے فکری اثرات نسبتاً محدود ہیں۔ تاہم گذشتہ کچھ عرصے سے اس رویے کے حاملین کے مختلف رسائل وجرائد میں کثرت اور تکرار کے ساتھ مضامین شائع ہو رہے ہیں۔ بلکہ بعض ایسے رسائل بھی سامنے آ چکے ہیں جو باقاعدہ اس رویے کے ترجمان ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس کو سنجیدہ بحث وتجزیے کا موضوع بنایا جائے۔ ہماری یہ گزارشات اسی ضمن میں ایک کوشش ہیں۔ ہم ان دانشوروں کے افکار ونظریات کے اہم اور نمایاں نکات ذکر کر کے ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

سائنس وٹیکنالوجی اور مذہب: یہ دانشور اپنی تنقیدِ مغرب میں جو نتائج سامنے لاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مغربی سائنس وٹیکنالوجی مغرب اور نظامِ سرمایہ داری کا ایک جال ہے جو اس نے دنیا کو اپنے دام میں پھنسانے کے لیے بچھا رکھا ہے۔ سائنس مذہب کی دشمن ہے۔ اس کی اپنی مخصوص اقدار ہیں، جو مذہبی اقدار سے متصادم ہیں۔ چنانچہ سائنس مذہبی جوش وجذبے کو تباہ کرتی اور آدمی کو مذہب بیزار بناتی ہے۔ یہ سمجھنا کہ اسلام یا اسلامی فکر وتہذیب کا

*شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا۔

موجودہ سائنس کی ترقی میں کوئی کردار ہے، ایک بے سند مفروضہ ہے۔ سائنس مقاصدِ اسلام کے حصول میں مددگار کیا ہوگی وہ تو الٹا اس کے مقاصد میں سدِّ راہ ہے۔ مسلمان اگر واقعی اسلامی معاشرہ تشکیل دینے کے خواہاں ہیں تو انہیں موجودہ سائنس وٹیکنالوجی اور اس کے مظاہر کو رد کرنا ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کا کہنا یہ بھی ہے کہ سائنسی تحقیقات کی بنیاد پر کسی اخلاقی قدر کا اثبات نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ سائنسی تجربات کا دائرہ 'کیا ہے' اور 'کس طرح' ہے سے عبارت ہے، جبکہ اخلاقیات کا 'کیا بہتر ہے' اور 'کیا ہونا چاہیے' ہے۔ لہٰذا اخلاقیات میں سائنس کا حوالہ محض جہالت ونادانی ہے۔

سائنس وٹیکنالوجی اور مذہب کے حوالے سے ہمارے ممدوح دانشوروں کے یہ خیالات اپنی کلیت میں بدیہی اسلامی تعلیمات اور نصوصِ شرعیہ سے متصادم ہیں اور ان میں صریح تضاد وتناقض پایا جاتا ہے۔ ان کے نصوص شرعیہ کی روشنی میں محاکمے سے پہلے ان کے اندر موجود تضاد وتخالف پر ایک نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔ ان حضرات کا ایک طرف موقف یہ ہے کہ سائنس کو غیر اقداری سمجھنا غلط ہے، اس کی اپنی مخصوص اقدار ہیں۔ یہ اپنی ان اقدار کی بقا چاہتی اور اس کے لیے مسلسل کارفرما رہتی ہے۔ لیکن دوسری طرف کہتے ہیں کہ سائنس کا اقدار سے کچھ علاقہ ہی نہیں۔ 'کیا اچھا ہے'، 'کیوں ہے'، 'کیا ہونا چاہیے' اس کے دائرہ کار سے باہر کی چیزیں ہیں، اسے محض 'کیا ہے' اور 'کس طرح ہے' سے بحث ہے۔ یہ واضح تضاد وتناقض ہے۔ ہم ان حضرات سے عرض کرتے ہیں کی جناب آپ کے خیالات سے تین باتیں نکل سکتی ہیں؛ ایک یہ کہ آپ کے خیال میں سائنس فی نفسہ اقداری ہے؛ دوسری یہ کہ سائنس نفس الامر میں غیر اقداری ہے؛ اور تیسری یہ کہ سائنس خود تو غیر اقداری ہے، البتہ مرورِ ایام سے کچھ لوگوں یا کسی خاص قوم نے اس میں کچھ مخصوص اقدار داخل کر دی ہیں۔ اگر آپ پہلی بات کے قائل ہیں تو آپ اس استدلال میں حق بجانب نہیں کہ اقدار واخلاقیات سائنس کے دائرے کی باتیں نہیں۔ (واضح رہے کہ بات صرف اقدار کی موجودگی کے قائل ہونے کی ہو رہی ہے، یہ بحث غیر متعلق ہوگی کہ سائنسی اقدار مذہب کی اقدار سے مختلف ہیں) اور اگر آپ دوسری یا تیسری بات کو درست سمجھتے ہیں تو آپ کی یہ ساری بحث لایعنی ہو جاتی ہے کہ سائنس اقداری ہے۔ تیسری بات کی صورت میں آپ کے لیے بحث کا میدان صرف سائنس میں اقدار کا دخول یا اس کے جسمِ ناتواں پر ایک نامناسب بوجھ لادنے کا ذمہ دار طبقہ رہ جاتا ہے کہ اس نے اس بے چاری کو کیوں تکلیفِ مالا یطاق دی ہے۔ اقدار کے حوالے سے ہمارے کے نزدیک سائنس کی حیثیت کیا ہے؟ اس کا تعین ہماری اگلی بحث سے خود بخود ہو جائے گا۔

سائنس وٹیکنالوجی کے مذہب دشمن اور مذہب بیزاری کا ذریعہ ہونے کا نظریہ فی الواقع مغرب کے نشأۃ ثانیہ سے پہلے کے مسیحی اہلِ مذہب کے علم وسائنس دشمن رویے کا تسلسل ہے، اہلِ اسلام کو یہ کسی صورت زیب نہیں دیتا۔ علمی تحقیقات اور سائنس وٹیکنالوجی سے متعلق اپروچ اور رویے کے باب میں مسیحیت اور اسلام میں قطعاً مغائرت ہے۔ ہمارے سائنس مخالف دانشور اس بدیہی حقیقت کو ماننے سے نہ صرف اعراض کرتے بلکہ اس کے خلاف طول طویل لایعنی دلائل پیش کرتے ہیں، جسے خود عام مغربی اہلِ علم ہی نہیں اہلِ سائنس واضح طور پر محسوس کرتے

ہیں۔مغربی اہلِ سائنس تسلیم کرتے ہیں کہ مغرب کے مذہب مخالف مادہ پرست سائنسدان مذہب وسائنس پر گفتگو کرتے ہوئے یہودیت وعیسائیت ہی کو سامنے رکھتے ہیں اور یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ کوئی مذہب ایسا بھی ہوسکتا ہے جس کا سائنس سے متعلق رویہ یہودیت وعیسائیت سے مختلف ہو۔اسلام سے متعلق غیر صحیح معلومات نے ان کو اس مذہب کے خلاف مذکورہ مذاہب سے بھی زیادہ متعصب بنا دیا ہے۔بہ الفاظِ دیگر ان کے خیال میں اسلام یہودیت وعیسائیت سے بڑھ کر اوہام وخرافات پر مبنی، غیر صحیح اور سائنس سے متصادم ہے۔(۲) کیا اس حقیقت کی روشنی میں اسلام اور سائنس کے باب میں مغرب کے ملحدین اور ہمارے زیر نظر حامیانِ اسلام دونوں کے نتائج فکر یکساں قرار نہیں پاتے؟ کیا دونوں ہی کی رائے یہ نہیں بنتی کہ اسلام اور سائنس کا باہم کوئی ناتا نہیں، ایک دوسرے کا دشمن اور اس کی راہ میں رکاوٹ ہے؟ بایں ہمہ ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ مغرب کے ملحد اسلام دشمن ہیں اور ہمارے دانشور اسلام کے تنہا خیر خواہ! یعنی:

تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو مرے نامۂ سیاہ میں تھی

ہماری رائے میں زیر بحث تناظر میں مغرب کے مذہب دشمن ملحدین اور اہلِ سائنس، سائنس کے حق اور مذہب کے خلاف تعصب میں مبتلا مسلم مقلدینِ مغرب اور مذہب کے حق اور سائنس کے خلاف تعصب کا شکار مسلم اہلِ قلم تینوں ایک ہی زمرے میں شمار کیے جانے کے لائق ہیں۔اس لیے کہ تینوں میں یہ قدر مشترک ہے کہ مذہب اور سائنس باہم مغائر ومخالف ہیں۔اگر اس بات کے ثبوت فراہم ہو جائیں کہ مذہب اور سائنس یا (مغرب میں یہودیت ومسیحیت ہی کے مذہب کے نمائندہ ہونے کی غلط فہمی کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے کہنا چاہیے کہ) اسلام اور سائنس میں کوئی دشمنی نہیں تو تینوں کے تصورات کا بیک وقت ابطال ہو جاتا ہے۔اور اس کے ثبوت نہایت بدیہی ہیں۔چند ایک مختصراً ملاحظہ فرمائیے:

سائنس کسے کہتے ہیں؟ اس سوال کے ماہرین کی طرف سے دیے گئے چند جوابات یہ ہیں: یہ طبیعی کائنات کا غیر جانبدارانہ مشاہدہ اور اس سے متعلق بنیادی حقائق کا مطالعہ ہے۔(۳) اس کے معنی جاننے اور سیکھنے کے ہیں۔(۴) اس کا مطلب علم ہے۔(۵) یہ مشاہدے سے دریافت ہونے والے نتائج یا علمی حقائق کو مرتب اور منظّم کرنے کا نام ہے۔(۶) یہ تجرباتی علوم وحکمت یا فطری وطبیعی مظہر کا باقاعدہ علم یا ایسی سچائی ہے، جو مشاہدہ، تجربہ یا استقرائی منطق سے معلوم کی گئی ہو، یا طبیعی حقائق کو وہ علم ہے، جو مشاہدے اور تجربے سے حاصل ہو۔(۷) اس کے معنی غیر جانبداری سے حقیقت کے کسی پہلو کا باقاعدہ مطالعہ کرنا ہیں۔(۸) خلاصہ یہ کہ سائنس عبارت ہے علم، معلومات، مشاہدے وتجربے، حقائق کے غیر جانبدارانہ مطالعے، استقرائی منطق سے حقیقتِ واقعہ تک رسائی سے۔اب دیکھیے مذہب کو بھی ان چیزوں سے کوئی سروکار ہے یا نہیں۔

قرآن کا مطالعہ کرنے والا ایک عام قاری بھی محسوس کر سکتا ہے کہ قرآن جگہ جگہ ان چیزوں پر زور دیتا ہے۔وہ اپنے

قاری سے کثرت اور تکرار کے ساتھ علم، مشاہدے، تدبر وتفکر اور حقائق کے غیر جانبدارانہ مطالعے کا مطالبہ کرتا ہے۔ جاننے، سیکھنے اور علم حاصل کرنے کے حوالے سے قرآن کے مثبت رویے کا اندازہ اس سے لگایئے کہ اس کے مطابق انسان کو اس کی تخلیق کے بعد سب سے پہلے علم الاشیا دیا گیا اور اسی بنا پر اسے فرشتوں پر فضیلت بخشی گئی۔(البقرہ۲:۳۰-۳۳) قرآن نے سب سے پہلے علم وتعلم کی اہمیت اجاگر کی۔ اس کے نزول کی ابتدا ہی علم وتعلیم سے متعلق آیات سے ہوئی۔(العلق ۹۶:۱-۵) اس نے واضح کیا کہ علم والے اور بے علم برابر نہیں ہو سکتے۔(الزمر۳۹:۹) علم والے اللہ کے ہاں صاحبانِ فضل وکمال ہیں۔(المجادلہ ۵۸:۱۱) اللہ تعالیٰ سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو اہل علم ہیں۔(الفاطر ۳۵:۲۸) اہل علم ہی اللہ کی پیش فرمودہ مثالوں کو سمجھتے ہیں۔(العنکبوت ۲۹:۴۳) نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ایک اہم اور بنیادی مقصد ہی تعلیم دینا ہے۔(الجمعہ ۶۲:۲) چنانچہ اس نے تعلیم دی کہ پروردگارِ عالم سے اپنے علم میں پیہم اضافے کی استدعا کرتے رہو۔(طٰہٰ ۲۰:۱۱۴) جہاں تک مشاہدے، تجربے، تدبر فی الخلق کے ذریعے حقیقت تک رسائی کا تعلق ہے تو قرآن حکیم نے اس پر اس قدر زور دیا ہے کہ اس کے مقدس اوراق میں سے کم ہی اس سے خالی ہوں گے۔ قرآن کے نقطہ نظر سے ذکرِ خداوندی کی ترجیحی اہمیت محتاجِ دلیل نہیں، لیکن اس کے نزدیک اس کے ساتھ بھی تدبر لازم ہے۔ وہ اصل اہل ذکر انہی کو مانتا ہے جو ذکرِ الٰہی کے ساتھ ساتھ تخلیقِ ارض وسما میں غور وفکر جاری رکھتے ہیں۔(آل عمران ۳:۱۹۱) ایک عام آدمی بھی جانتا ہے کہ سائنسدان جانوروں، زمین وآسمان اور پہاڑوں وغیرہ کی ساخت پر اور ان سے متعلق دیگر امور پر تحقیقات پیش کرتے ہیں۔ قرآن پکار پکار کا کہہ رہا ہے کہ ان چیزوں میں بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور انسانوں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں مشاہدہ اور تفکر وتدبر سے کام لیں۔(الغاشیہ ۸۸:۱۸-۲۰؛ ق ۵۰:۶) مشاہدہ اور تدبر فی الخلق کی اہمیت کے پیش نظر قرآن نے ان لوگوں کو حیوانوں سے بھی بدتر اور جہنمی قرار دیا ہے، جو اپنے قوائے حسی کو مشاہدۂ فطرت اور ذہنوں کو تفکر وتدبر کے لیے استعمال نہیں کرتے۔(الاعراف ۷:۱۷۹)

قرآن کی دعوتِ فکر وتدبر کے ضمن میں یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن کریم نے کسی مظہرِ فطرت کو دیکھ کر اس پر غور وفکر کیے بغیر آگے گزر جانے کو نافرمانوں کی نشانی بتایا ہے(وَ کَاَیِّنۡ مِّنۡ اٰیَۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ یَمُرُّوۡنَ عَلَیۡهَا وَ هُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُوۡنَ. یوسف ۱۲:۱۰۵) اور اہل علم کے مطابق کسی مظہرِ قدرت یا ایۃ اللّٰہ پر غور وفکر ترک کر دینا، اس سے پہلے کہ اس کی حقیقت پوری طرح منکشف ہو، اس سے اعراض کے زمرے میں آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو یہ حکم ہے کہ جب موجوداتِ قدرت میں سے کوئی چیز اس کے نوٹس میں آئے تو اسے نظر انداز نہ کرے، بلکہ اس کے مشاہدے اور مطالعے کا حق ادا کرے، اس کی حقیقت اور اصلیت کو پوری طرح سمجھے، اور خدا کی حکمتیں، جو اس کے اندر پوشیدہ ہیں، ان سے پوری طرح واقف ہونے کی کوشش کرے۔ گویا جب تک کسی چیز کی حقیقت پوری طرح واضح نہ ہو جائے، مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اپنی تحقیق وتجسس کو جاری رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امت کو سکھائی گئی یہ دعا بھی اس مطلب کی تائید کرتی ہے: اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا

اتباعہ و ارنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابہ اللّٰھم ارنا الاشیاء کماھی. ''اے خدا! ہم کو صداقت بطور صداقت کے دکھا دے اور اس کی پیروی کرنے کی توفیق دے اور جھوٹ بطور جھوٹ کے دکھا دے اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ اے خدا! ہمیں اشیا کو اس طرح سے دکھا دے جیسی وہ درحقیقت ہیں۔'' نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا گویا سائنسی طریقِ تحقیق کی حمایت کرتی ہے، کیونکہ سائنسی طریقِ تحقیق، جو اس بات پر زور دیتا ہے کہ مشاہدہ کے نتائج کو کامل احتیاط سے اخذ کیا جائے اور انتہائی طور پر درست کرنے کی کوشش کی جائے، اس کا مقصد یہی ہے کہ اشیا ایسی ہی نظر آئیں جیسی کہ وہ درحقیقت ہیں۔(۹)

اشیا کو ان کی اصلی حالت میں دیکھنے اور مشاہدے کے نتائج میں غلطی سے بچنے کے لیے قرآن بہ تکرار صحیفۂ فطرت کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے: **الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ . ثُمَّ ارْجِعِ لْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْرٌ.** (الملک ۶۷: ۳-۴) یہاں قرآن بار بار نگاہ ڈالنے اور غور وفکر کرنے پر زور دے رہا ہے۔ سائنسی زبان میں یہی چیز مشاہدہ (Observation) اور تجربہ (Experiment) کہلاتی ہے۔ کسی چیز کا بار بار مشاہدہ کرنے اور حالات بدل بدل کر یعنی تجربہ کر کے مطالعہ کرنے اور غور وفکر کر کے گہرے نتائج اخذ کرنے کو سائنسی تحقیق (Scientific Research) کہا جاتا ہے۔

تجربہ اور مشاہدہ کی انتہائی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر ایمان مضبوط ہوتا اور اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کے اپنے خاص بندوں کو، ان کے اطمینانِ قلب کی خاطر کرائے گئے مشاہدات مذکور ہیں۔ مثلاً ایک واقعہ حضرت ابراہیم سے متعلق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی مردوں کو زندہ کرنے کی قدرتِ کاملہ پر ایمان تھا تاہم انہوں نے اطمینانِ قلب کے لیے مشاہدہ کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے چار پرندے لے کر انہیں سدھایا اور پھر ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت باہم ملا کر چار پہاڑوں کی چوٹیوں پر رکھ دیا۔ پھر ان کو ایک ایک کر کے آواز دی تو وہ ان کی نگاہوں کے سامنے زندہ ہو گئے۔ (البقرہ ۲: ۲۶۰) دوسرا واقعہ حضرت عزیر علیہ السلام سے متعلق ہے۔ انہیں بھی اللہ کی قدرتِ کاملہ پر یقین تھا تاہم جب انہوں نے ایک بستی کو عجیب وغریب حالت میں تباہ شدہ دیکھا تو یہ جاننا چاہا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کو کس کیفیت سے زندہ کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مشاہدہ کرانے کے لیے سو برس تک مردہ رکھا۔ پھر ان کو زندہ کر کے پوچھا کتنی مدت تک اس حالت میں رہے ہو؟ وہ بولے: دن یا آدھا دن۔ اللہ نے فرمایا: نہیں، بلکہ سو برس تک اس حالت میں رہے ہو۔ کھانے کو دیکھو وہ بالکل نہیں گلا سڑا اور دیکھو گدھے کی ہڈیوں کو ہم کیسے ترکیب دیتے ہیں؟ اور تمہارے دیکھتے ہی دیکھتے ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہوتا دیکھ کر حضرت عزیز علیہ السلام کو اللہ کی قدرتِ کاملہ پر اطمینانِ قلبی حاصل ہو گیا۔ (البقرہ ۲ :۲۵۹) ان واقعات سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں مشاہدہ اور مطالعہ کائنات پر زور دیا اور بھرپور طریقے سے اس کی دعوت وترغیب دی وہاں اپنے بندوں کو مشاہدات بھی کرائے۔ چنانچہ مشاہدہ تجربہ اور تدبر فی الخلق

کے اعتبار سے بھی قرآن اور سائنس میں ایک واضح تعلق نظر آتا ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ قرآن سائنس کی کتاب نہیں، اس کا اصل اور بنیادی کام انسان کی ہدایت ہے۔(۱۰) تاہم وہ جہاں انسان کو اللہ کی معرفت کا درس دیتا ہے، وہاں اللہ کی کبریائی، خلاقیت اور علم وقدرت وغیرہ کے اظہار کے لیے اور اپنے دعوؤں کی حقانیت کے ثبوت میں کائنات اور اس میں کارفرما قوانینِ طبیعی سے تعرض کرتے ہوئے ان کے کسی نہ کسی پہلو کو بطورِ دلیل پیش کرتا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ کائنات اور اس کے مظاہر کے مشاہدے اور مطالعے کی دعوت دیتا ہے۔ گویا حقیقت تک رسائی کے لیے جن چیزوں پر سائنس کا انحصار ہے قرآن بھی سچائی تک پہنچنے کی غرض سے انہی چیزوں کو ذریعہ بنانے کو کہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فلاسفہ، علماے دین اور اہل سائنس کے نمایاں اور بڑے بڑے افراد نے مذہب اور سائنس کے تصادم کے تصور کا رد کیا اور ان کی قربت کا اثبات کیا ہے۔ مثلاً معرکہ آرا سائنسی نظریہ 'اضافیت' (Relativity) پیش کرنے والا، بیسویں صدی کا سب سے بڑا سائنسدان آئن سٹائن کہتا ہے: ''سائنسی تحقیق آدمی میں ایک خاص قسم کے مذہبی احساسات پیدا کرتی ہے، یہ ایک طرح کی عبادت ہے۔(۱۱) میرے لیے راسخ ایمان کے بغیر اصلی سائنسدان کا تصور محال ہے۔''(۱۲) معروف فرانسیسی سائنسدان، فزیشن، ماہرِ امراضِ قلب اور فرانس کی میڈیکل ایسوسی ایشن کے سابق صدر ڈاکٹر موریس بکائی لکھتے ہیں:

> "It comes as no surprise, Therefore, to learn that religion and science have always been considered to be twin sisters by Islam and that today, at a time when science has taken such great strides, they still continue to be associated. " (13)
>
> ''اس میں کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ اسلام نے مذہب اور سائنس کو ہمیشہ جڑواں بہنیں تصور کیا ہے۔ آج بھی، جب کہ سائنس ترقی کی انتہاؤں کو چھو رہی ہے، وہ ایک دوسرے کے قدم بقدم ہیں۔''

سائنس کے تناظر میں اسلام کی حقانیت پر بات کرنے میں موریس بکائی چونکہ بہت مشہور ہیں اور ان کا عام حوالہ دیا جاتا ہے اس لیے میرے بعض سائنس مخالف دوست اسے ہنسی میں اڑانے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ لوگوں کے پاس آجا کہ یہی حوالہ ہے، میں ان دوستوں کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان کا یہ خیال قلتِ مطالعہ یا سائنس سے تعصب کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ تحقیق کی تھوڑی سی زحمت بھی گوارا کریں اور تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں تو انہیں معلوم ہوگا کہ مذہب اور سائنس کی قربت کا قائل صرف بکائی نہیں دنیا کے اکثر سائنسدان ہیں۔ حتیٰ کہ آپ کو شائد ہی کوئی ایسا معتبر سائنسدان ملے جو مذہبی ذہن نہ رکھتا ہو۔ آئزک نیوٹن جسے دنیائے سائنس کا سب سے بڑا نام سمجھا جاتا ہے، دہریت کی مخالفت اور مذہب کے دفاع میں زوردار مضامین لکھتا رہا ہے۔(۱۴) اس نے اپنی متعدد تحریروں میں بہانگ دہل اقرار کیا ہے کہ یہ کائنات اللہ کے وجود کی ناطق شہادت ہے۔(۱۵) فرانسس بیکن، جو سائنسی طریق تحقیق کے بانیوں میں سے ہے، سائنس اور مطالعہ فطرت کو کلامِ خدا کے بعد ایمان کا سب سے ثقہ ثبوت قرار دیتا ہے۔(۱۶) مشاہدۂ فلک کے لیے پہلے پہل ٹیلی سکوپ استعمال کرنے والا مشہور سائنسدان گلیلیو کہتا ہے کہ یہ کائنات

اوراس کے سارے حقائق خدا کے تخلیق کردہ ہیں، کائنات اللہ کی تحریر کردہ دوسری کتاب ہے،لہذا سائنس اورعقیدہ و مذہب کبھی ایک دوسرے سے متصادم نہیں ہو سکتے۔(۱۷)جدید علم فلکیات کا بانی کیپلر سائنس کی طرف آیا ہی اپنے مذہبی رجحانات کی بنا پر تھا،اس نے واضح کیا ہے کہ اس نے اپنی سائنسی دریافتوں سے خدا کو پایا ہے۔(۱۸)

یہ تو سائنسدانوں کے خیالات تھے۔ جہاں تک علمائے اسلام کا تعلق ہے ان کے حوالے اس سے بھی زیادہ پیش کیے جاسکتے ہیں لیکن مضمون کی شکایت تنگیِ داماں کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں صرف دو حوالوں پر اکتفا کروں گا؛ ایک علامہ اقبال کا، جو فلسفہ اور علم دین دونوں میں مسلمہ حیثیت رکھتے ہیں اور جدید مغربی تہذیب کے بہت بڑے ناقد ہیں اور دوسرا مولانا مودودی کا، جو بیسویں صدی کے دوران مسلمانانِ برصغیر میں مغربی تہذیب واقدار کے مقابلہ میں اسلامی تہذیب اقدار پر اعتماد پیدا کرنے اور احیائے اسلام کے حوالے سے ایک اہم اور نمایاں مصنف اور جانے پہچانے عالمِ دین ہیں۔موخرالذکر رقمطراز ہیں:''حقیقت یہ ہے کہ سائنس کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو انسانوں کے دل میں ایمان کو گہری جڑوں سے رائج کرنے والا نہ ہو۔فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، اناٹومی، اسٹرانومی غرض جس علم کو بھی دیکھیں اس میں ایسے حقائق سامنے آتے ہیں جو انسان کو پکا اور سچا مومن بنا دینے کے لیے کافی ہیں۔سائنس کے حقائق سے بڑھ کر آدمی کے دل میں ایمان پیدا کرنے والی کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔یہی تو وہ آیاتِ الٰہی ہیں جن کی طرف قرآن بار بار توجہ دلاتا ہے۔''(۱۹)مقدم الذکر کہتے ہیں:

> "The truth is that the religious and scientific processes, though involving different methods, are identical in their final aim at reaching the most real." (20)

> ''واقعہ یہ ہے کہ مذہب اور سائنس، مختلف طریق کار اپنانے کے باوجود، اس اعتبار سے بالکل ایک ہیں کہ دونوں کا مطمعٔ نظر حقیقتِ واقعہ تک رسائی ہے۔''

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن کی دعوتِ مطالعۂ فطرت اور انفس وآفاق سائنس کی ترقی میں بنیادی اور اہم کردار ادا کرنے والی چیزیں ہیں؛ مذہب سائنس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بلکہ اس کو مہمیز لگاتا ہے اور اس حقیقت کا اعتراف دنیا کے عظیم سائنسدانوں اور مفکرین نے واضح الفاظ میں کیا ہے تو اس خیال کی بھی آپ سے آپ تردید ہوگئی کہ اسلامی فکر وتہذیب کا سائنس کی ترقی میں کوئی کردار نہیں۔لہذا اس پر مزید تفصیلی دلائل کی حاجت نہیں۔البتہ اس تصور کا بودا پن متحقق کرنے کی غرض سے اس پر بطورِ خاص چند سطور صرف کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے:

یہ حقیقت مسلم اور غیر مسلم محققین نے عام تسلیم کر لی ہے کہ قرونِ وسطی کے مسلمانوں کی سائنسی ترقی قرآن وحدیث کے مشاہداتی وتجرباتی اندازِ نظر کو اپنانے پر زور دینے کی بنا پر تھی،(۲۱)اور متعدد سائنسی دریافتیں مختلف شرعی احکام اور تقاضوں کا نتیجہ تھیں؛ مثلاً الجبرا کو اسلامی قانونِ وراثت اور فلکیات، جغرافیہ، جیومیٹری اور ٹرگنومیٹری کو سمتِ قبلہ اور اوقاتِ نماز معلوم کرنے کی اسلامی تقاضوں کے تحت ترقی ملی۔(۲۲)ابن النفیس نے بخاری کی حدیث ''اللہ نے کوئی

مرض ایسا پیدا نہیں کیا جس کی دوا پیدا نہ کی ہو“ کو اپنی عظیم سائنسی دریافتوں کی بنیاد بنایا تھا۔اس نے خون کی دل سے پھیپھڑوں کی طرف حرکت (Pulmonary Circulation) کو دریافت کیا اور اپنی اس تحقیق کو حشرِ اجساد کے روایتی اسلامی تصور کی تائید میں پیش کیا۔(۲۳) مسلم کیمیا گری ،کیمسٹری اور علم نجوم کے محرکات بھی مذہبی تھے۔(۲۴) قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ ان اسلامی ذرائع علم کے مستند ماہرین (علمائے دینیات) کے افکار وتحریرات نے بھی مختلف سائنسی علوم کی تحریک پیدا کی۔مثال کے طور پر طبِ اسلامی میں سرجری اور علم تشریح الاعضا پر امام غزالی کی تصنیفات کے اثرات ہیں، جنہوں نے ان علوم کو تخلیقاتِ خداوندی کے ادراک کے لیے استعمال کرنے پر زور دیا۔(۲۵) پندرہویں صدی کے مسلم ماہرِ کونیات علی القوشجی نے ارسطالیسی تصورِ سکونِ زمین کو غزالی وغیرہ ایسے عظیم مسلم ماہرین علومِ دین کی تنقیدِ ارسطو سے تحریک پا کر رد کیا تھا۔(۲۶) امام غزالی نے خود ارسطو کے تصور کائنات کو رد کرتے ہوئے تعددِ عوالم کا تصور پیش کیا۔(۲۷) اسلام، اسلامی تہذیب اور اہل اسلام کے دنیائے سائنس میں غیر معمولی کردار کو مغربی اہل علم وقلم- جو بالعموم اسے ماننے میں تعصب میں مبتلا ہوتے ہیں- نے بھی نہایت واضح لفظوں میں تسلیم کیا ہے۔مثلا رابرٹ بریفالٹ لکھتا ہے: مسلمانوں نے یونانیوں سے کہیں بڑھ کر تجربات پر زور دیا۔(۲۸) ول ڈیوراں اقرار کرتا ہے کہ مسلم کیمیا دان علمِ کیمسٹری کے بانی ہیں۔(۲۹) یورپ کو سائنسی طریقِ تحقیق سے متعارف کرانے والا مشہور مغربی سائنسدان راجر بیکن بھی مسلم سائنسدانوں سے متاثر تھا۔(۳۰) یہ اور اس نوع کے دیگر لاتعداد واضح شواہد کی ہوتے ہوئے سائنسی ترقی میں اسلامی فکر وتہذیب کے کردار کا انکار حق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ میں خود اس رویے اور اس کے حاملین کا سخت ناقد ہوں۔اس ضمن میں مختلف رسائل وجرائد میں راقم کے متعدد مضامین بھی شائع ہو چکے ہیں۔مثال کے طور پر ”تحقیقاتِ اسلامی“ علی گڑھ، انڈیا، شمارہ جنوری-مارچ ۲۰۱۱ء میں پرویز کی قرآنی فکر اور ”الشریعہ“ دسمبر ۲۰۱۱، فروری ۲۰۱۲ء میں دنیائے اسلام پر استشراقی ومغربی فکر کے اثرات پر شائع ہونے والے راقم کے تفصیلی مضامین ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

2. See for details: Maurice Bucaille, *The Bible, The Quran and Science,* trans. ALastair D. Pannel and Author (ND),102.

3. United States of America, *Encyclopaedia Britannica* (U.S.A: Fifteenth Edition, 1986) 10/552; Gould.J.Kolb, *A Dictionary of Social Sciences*(London:Tavistock Publications, 1964),620.

4 Thomas Arnold, *The legacy of Islam* (London: Oxford University Press, 1983) ,11.

۵۔ ڈاکٹر عبدالقادر، تاریخ سائنس (لاہور: ادارہ تالیف وترجمہ، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۸۳ء)، ا۔

۶۔ ڈاکٹر رفیع الدین، اسلام اور سائنس (لاہور: اقبال اکادمی، میکلوڈ روڈ، ۱۹۸۲ء)، ا۔

۷۔ ڈاکٹر فضل کریم، قرآن اور جدید سائنس (لاہور: فیروز سنز، ۱۹۹۹ء)، ۳۵۔

۸۔ پروفیسر محمود انور، جدید طبیعات کا تعارف (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲ کلب روڈ، ۱۹۶۵ء)، ۱۔

۹۔ ڈاکٹر رفیع الدین، اسلام اور سائنس، ۱۷۔

۱۰۔ جو لوگ سائنس کی حمایت میں غلو کر کے قرآن سے خواہ مخواہ اس کی جزئیات نکالنے اور ہر کچے پکے سائنسی تصور کو قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ہمارے نزدیک اسی طرح قابلِ گرفت ہیں جیسے اس وقت زیرِ تنقید علما و دانشور۔ ایک مسلمان کو نہ سائنس کے ہر نظریے وفرضیے سے مرعوب ہو کر قرآن کو اس کے مطابق کرنے کی فکر چاہیے اور نہ ہی اس کے ہر تصور کو بلا وجہ اسلام مخالف سمجھ لینا چاہیے۔ گویا اسے خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا کے پیشِ نظر معتدل رویہ اپنانا چاہیے۔ راقم نے اس سلسلے میں اپنے ایک مضمون میں تفصیلی بحث کی ہے۔ دیکھیے: ڈاکٹر محمد شہباز منج، ''مذہب اور سائنس- باہمی تعلق کی صحیح نوعیت۔'' القلم ۱۶، شمارہ۔ ۲ (۲۰۱۱ء): ۱۶۱-۱۸۴۔

11. http://www.einsteinandreligion.com/religioncomments.html

12. http://scienceandthemedia.weebly.com/uploads/6/9/6/2/6962884/einstein_science_philosophy_and_religion

13. Maurice Bucaille, *The Quran and Modern Science*, (Karachi: Ashraf Publication,ND),3.

14. Henry M. Morris, *Men of Sciencs Men of God*(U.S.A: Master Books, 2012),31-32.

15. See for example: Sir Isaac Newton, *Mathematical Principles of Natural Philosophy*, trans. Andrew Motte, (Chicago:William Benton, 1952),273-7

16. http://www.christianity.co.nz/ science4.htm

17. http://home.columbus.rr.com/ sciences/enlightened_belief_history.htm

18. J.H. Tiner, *Johannes Kepler-Giant of Faith and Science* (Michigan: Mott Media, 1977),197.

۱۹۔ مولانا ابوالاعلی مودودی، ترجمان القرآن (لاہور: پاکستان پرنٹنگ پریس، ۱۹۶۵ء)، ۲۸۵۔۲۸۶۔

20. Dr Allama Muhammad Iqbal, *The Reconstruction of Religious* *Thoughtin* *Islam* (Lahore: Hafeez Press,1965),195-96.

21. See: Laurence Bettany, "Ibn al-Haytham: an answer to multicultural science teaching.", *Physics Education 30,* no.4 (1995): 247–252;I. A. Ahmad, "The impact of the Qur'anic conception of astronomical phenomena on Islamic civilization", *Vistas in Astronomy 39,*no. 4 (1995):

395–403
22 . Owen Gingerich, "Islamic astronomy." *Scientific American 254* ,no.10 (April 1986):74;Solomon Gandz, "The Algebra of Inheritance: A Rehabilitation of Al-Khuwarizmi." *Osiris 5,* (1938): 319–391
23. Nahyan A. G.Fancy, "Pulmonary Transit and Bodily Resurrection: The Interaction of Medicine, Philosophy and Religion in the Works of Ibn al-Nafis (d. 1288)."(Electronic Theses and Dissertations ,University of NotreDame,2006), 232–3
24. George Saliba, *A History of Arabic Astronomy: Planetary Theories During the Golden Age of Islam* (New York: New York University Press,1994),60, 67–69
25. Emilie Savage-Smith, "Attitudes Toward Dissection in Medieval Islam." *Journal of the History of Medicine and Allied Sciences 50,* no.1:(1995): 67–110.
26 F. Jamil Ragep, "Tusi and Copernicus: The Earth's Motion in Context." *Science in Context 14,* no.1–2(2001):145–163
27. Taneli Kukkonen, "Possible Worlds in the Tahafut al-Falasifa: Al-Ghazali on Creation and Contingency." *Journal of the History of Philosophy* 38,no.4(2000):479–502 .
28. Robert Briffault,*The Making of Humanity* (London:G. Allen & Unwin,1928), 190-202.
29. Will Durant, The Age of Faith (New York: Simon & Schuster,1980),4/162-86.
30. David C.Lindberg, "Alhazen's Theory of Vision and Its Reception in the West." *Isis 58*, no.3 (1967): 321–341 .

(جاری)